32

بڑے کام بڑے ارادوں، بڑے عزم اور بڑی قربانیوں سے ہوا کرتے ہیں

ربوہ میں صرف انہیں لوگوں کو رہنا چاہیے جو ہر وقت دین کی خدمت کے لیے تیار رہیں

(فرمودہ30 ستمبر 1949ء بمقام ربوہ)

تشہّد،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''ابھی ہماری نماز اس جگہ پر عارضی طور پر ہے۔ابھی اس مقام پر مسجد کی بنیاد نہیں رکھی گئی۔نہ مسجد کی منظوری حکومت کی طرف سے ابھی ہوئی ہے۔جیسا کہ دوستوں کو معلوم ہے ربوہ مقام کے لیے حکومت نے کچھ قوانین مقرر کیے ہیں۔گو یہ ایک وادیٔ غیر ذِی زَرع ہے اور ایک غیر آباد علاقہ ہے لیکن اِس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ جلد ہی ربوہ کو ایک شہر کی حیثیت دینے کی کوشش کی جائے گی حکومت نے یہ قانون بنا دیا تھا کہ یہ زمین اس شرط پر دی جاتی ہے کہ حکومت کے منظور کردہ نقشہ کے مطابق سڑکیں وغیرہ بنائی جائیں اور اُس کے مطابق عمارتیں تعمیر کی جائیں۔یعنی جو جگہ گورنمنٹ نے رہائش کے لیے تجویز کی ہے اُس میں رہائشی مکانات بنائے جائیں اور اُتنی ہی جگہ میں بنائے جائیں جتنی جگہ اُس نے رہائشی مکانات کے لیے تجویز کی ہے۔اور جو جگہ اُس نے دکانوں کے لیے تجویز کی ہے

اُس میں دکانیں بنائی جائیں۔ جتنی جگہ گورنمنٹ نے مدرسہ، دفاتر یا مسجد کے لیے تجویز کی ہے اُسی جگہ پر مدرسہ، دفاتر اور مسجد وغیرہ کی تعمیر ہو۔ بعض حلقے اس میں ایسے بھی چھوڑے گئے ہیں جیسے یہ حلقہ ہے جس میں مَیں خطبہ پڑھا رہا ہوں۔ جس میں مرکزی ادارہ قائم کرنے کی تجویز ہے۔ جس جگہ ہم اِس وقت اکٹھے ہیں گورنمنٹ کے تجویز کردہ نقشہ کے مطابق قصرِ خلافت کی جگہ ہے یعنی اِس میں خلیفۂ وقت کا مکان ہوگا۔ اِسی طرح اِس میں لنگر خانہ خلافت اور مہمان خانہ وغیرہ بنے گا۔ اس کے پہلو میں مشرق کی طرف یا نیم مشرق سمجھ لو کیونکہ یہ جگہ کچھ ٹیڑھی ہے دفاتر وغیرہ بنیں گے۔ مغرب اور شمال اور رقبۂ ریل کے پار جتنا علاقہ ہے اس میں مختلف لوگوں کے رہائشی مکانات اور سکول وغیرہ بنیں گے۔ اور جس جگہ پر ہم کھڑے ہیں اس کے مغرب جنوب میں لجنہ اماء اللہ اور لڑکیوں کے سکول وغیرہ کی جگہ ہے۔ ہسپتال بھی اسی کے قریب علاقہ میں تجویز ہوا ہے اور چونکہ ہم پابند ہیں کہ گورنمنٹ نے جو جگہیں تجویز کی ہیں اُنہی جگہوں پر اُس کی تجویز کردہ عمارات بنائیں اس لیے فوری طور پر عمارتیں شروع نہیں کی جاسکتیں۔ اب اُن نقشوں کے مطابق جو گورنمنٹ نے تجویز کیے ہیں داغ بیل لگ رہی ہے۔ جب داغ بیل لگ گئی تو گورنمنٹ کو اطلاع دی جائے گی اور پھر اصل عمارات شروع کی جائیں گی۔ اُس وقت منظوری کے بعد اس جگہ کی تعمیر شروع ہوگی جسے اَور عمارات پر مقدم رکھا جائے گا کیونکہ سب سے پہلے خدا کا گھر بنانا ضروری ہے۔ وہ عارضی مکانات جو بنائے جاچکے ہیں اس لیے بنائے گئے ہیں کہ مستقل مکانات سے پہلے ان عارضی مکانات کا بنانا ہمارے لیے ضروری تھا۔ لیکن مستقل عمارات میں سب سے پہلے مسجد کی تعمیر کی جائے گی اور اس کے بعد اردگرد کے مکانات وغیرہ بنائے جائیں گے۔ یہ مسجد وہ مسجد ہے جو خلیفۂ وقت کے مکان کے ساتھ ہوگی۔ میں اپنا مکان اس لیے نہیں کہتا کہ میں الگ چیز ہوں اور خلیفہ الگ چیز ہے۔ میں ایک فرد ہوں جو اِس وقت خلیفہ ہوں لیکن میرے بعد کوئی اَور شخص خلیفہ ہوگا اور وہ لازماً اُس مکان میں رہے گا جو مسجد کے قریب ہوگا تا کہ وہ اس میں امامت کر سکے اور جو لوگ مسجد میں آئیں انہیں دین کی تعلیم اور درس و تدریس وغیرہ دے۔ گویا یہ مسجد، مسجد مبارک کی قائم مقام اور اُس کا ظل اور مثیل ہوگی۔ جامع مسجد جس میں سارے شہر کے لوگ نماز پڑھیں گے وہ ریل کے پار تجویز کی گئی ہے وہ بہت بڑی جگہ میں ہوگی جس میں ہماری عیدگاہ بھی ہوگی۔ اُس میں سارے شہر کے لوگ جمعہ کے لیے بھی اکٹھے ہوں گے اور عید بھی وہیں پڑھیں گے۔ وہ مسجد جہاں تک میرا

اندازہ ہے اس مسجد سے بیس پچیس گنے زیادہ ہوگی۔ ہوسکتا ہے کہ اُس کے اندر آئندہ ہمارا جلسہ بھی ہو کیونکہ وہ زمین کافی وسیع اور کھلی ہے۔

اب یہاں ہماری عمارتیں بننی شروع ہوگئی ہیں، لوگ رہنے لگ گئے ہیں، دکانیں کھل گئی ہیں، کچھ کارخانوں کی صورت بھی پیدا ہورہی ہے کیونکہ چکیاں وغیرہ لگ رہی ہیں، مزدور بھی آگئے ہیں، پیشہ ور بھی آگئے ہیں اور دفتر بھی آگئے ہیں۔ مگر یہ سب عارضی انتظام ہے۔ مستقل انتظام کے لیے یہ شرط ہوگی کہ صرف ایسے ہی لوگوں کو ربوہ میں رہنے کی اجازت دی جائے گی جو اپنی زندگی عملی طور پر دین کی خدمت کے لیے وقف کرنے والے ہوں۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ یہاں رہنے والا کوئی شخص دکان نہیں کرسکتا یا کوئی اَور پیشہ نہیں کرسکتا۔ وہ ایسا کرسکتا ہے مگر عملاً اُسے دین کی خدمت کے لیے وقف رہنا پڑے گا۔ جب بھی سلسلہ کو ضرورت ہوگی وہ بلاچُون وچَرا اپنا کام بند کرکے سلسلہ کی خدمت کرنے کا پابند ہوگا۔ مثلاً اگر تبلیغ کے لیے وفد جارہے ہوں یا علاقہ میں کسی اَور کام کے لیے اُس کی خدمات کی ضرورت ہو تو اُس کا فرض ہوگا کہ وہ فوراً اپنا کام بند کرکے باہر چلا جائے۔ انہی شرائط پر لوگوں کو زمین دی جائے گی اور جو لوگ اس کے پابند نہیں ہوں گے اُنہیں یہاں زمین نہیں دی جائے گی۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ جگہ ایک مثالی جگہ ہو۔ جس طرح ظاہر میں ہم اسے دین کا مرکز بنا رہے ہیں اس طرح حقیقی طور پر یہاں کے رہنے والے سب کے سب افراد دین کی خدمت کے لیے وقف ہوں۔ وہ بقدرِ ضرورت دنیا کا کام بھی کرتے ہوں لیکن ان کا اصل مقصد دین کی خدمت اور اس کی اشاعت ہو۔ یوں تو صحابہؓ بھی دنیا کے کام کرتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر میں کوئی ایک سپاہی بھی ایسا نہیں تھا جو تنخواہ دار ہو۔ کوئی دکاندار تھا، کوئی زمیندار تھا، کوئی مزدور تھا، کوئی لوہار تھا، کوئی ترکھان تھا۔ غرض سارے کے سارے پیشہ ور تھے۔ جس طرح آپ لوگوں کی دکانیں ہیں اسی طرح اُن کی بھی دکانیں تھیں۔ جس طرح آپ لوگوں کی زمینداریاں ہیں اسی طرح اُن لوگوں کی بھی زمینداریاں تھیں۔ اگر آپ لوگ مختلف پیشوں سے کام لیتے ہیں، مزدوری کرتے ہیں یا بڑھئی اور لوہار کا کام کرتے ہیں تو وہ بھی یہ سب کام کرتے تھے۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگ کے لیے نکلتے تو وہ سب کے سب آپ کے ساتھ چل پڑتے تھے۔ اُس زمانہ میں جنگ تھی اِس زمانہ میں تبلیغ کا کام ہمارے سپرد ہے۔ آپ صحابہؓ سے فرماتے چلو تو وہ سب چل پڑتے تھے۔ وہ یہ نہیں کہتے تھے کہ ہماری دکانیں بند ہو

جائیں گی۔ پھر یہ بھی نہیں کہ اُن کے بیوی بچے نہیں تھے۔ آجکل لوگ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ اگر ہم دین کی خدمت کے لیے جائیں تو ہمارے بیوی بچوں کو کون کھلائے گا۔ سوال یہ ہے کہ آیا صحابہؓ کے بیوی بچے تھے یا نہیں؟ اگر تھے تو جنگ پر جانے کے بعد اُنہیں کون کھِلاتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ مذہب کی ترقی قربانی سے وابستہ ہے۔ روپیہ ایک عارضی چیز ہے جیسے تحریک جدید کے ابتدا میں ہی میں نے کہہ دیا تھا کہ روپیہ ایک ضمنی چیز ہوگی۔

تحریک جدید کی اصل بنیاد وقفِ زندگی پر ہوگی مگر میں دیکھتا ہوں کہ اب واقفین میں سے ایک حصہ کا رجحان روپیہ کی طرف ہو رہا ہے اور وہ یہ سوال کر دیا کرتے ہیں کہ ہم کھائیں گے کہاں سے؟ حالانکہ وقف کی ابتدائی شرطوں میں ہی صاف طور پر لکھا ہوا ہے کہ زندگی وقف کرنے والا ہر قسم کی قربانی سے کام لے گا اور وہ کسی قسم کے مطالبہ کا حقدار نہیں ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص خدا کے لیے قربانی کرتا ہے خدا خود اُس کا مددگار ہو جاتا ہے۔ آخر ہمارے وقف کے دو ہی نتیجے ہو سکتے ہیں۔ یا تو ہمیں ملے یا نہ ملے۔ میں "ہمارے" کا لفظ اس لیے کہتا ہوں کہ میں بھی جوانی سے دین کی خدمت کے لیے وقف ہوں اور میں جب دین کی خدمت کے لیے آیا تھا اُس وقت میں نے خدا تعالیٰ سے یا خدا تعالیٰ کے نمائندوں سے یہ سوال نہیں کیا تھا کہ میں اور میرے بیوی بچے کہاں سے کھائیں گے۔ مگر اب تم میں سے کئی لوگوں کو یہ نظر آتا ہے کہ میرے پاس روپیہ بھی ہے اور میں کھاتا پیتا بھی بافراغت ہوں۔ مگر سوال یہ ہے کہ میں نے تو کوئی شرط نہیں کی تھی۔ جو کچھ خدا نے مجھے دیا یہ اُس کا احسان ہے۔ میرا حق نہیں کہ میں اُس کی کسی نعمت کو ردّ کروں۔ لیکن جب میں آیا تھا اُس وقت میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ پہلے میرے اور میرے بیوی بچوں کے گزارہ کی کوئی صورت پیدا کی جائے اس کے بعد میں اپنے آپ کو دین کی خدمت کے لیے وقف کروں گا۔ یہ خدا کا سلوک ہے جس میں کسی بندے کا کوئی اختیار نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نبیوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تھے جنہوں نے روٹی کھانی ہوتی تو وہ کہتے فلاں مرید کو کہہ دو کہ وہ مجھے روٹی بھجوا دے۔ اور اُس کے نبیوں میں حضرت سلیمانؑ بھی تھے جن کے دائیں بائیں دولت گر رہی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی خدا تعالیٰ نے اپنے الہامات میں داؤد کہا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ خدا تعالیٰ کے اس مختلف سلوک کی وجہ کیا ہے۔ یہ ایک راز ہے جو اُس نے اپنے قبضہ میں رکھا ہوا ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس کی اصل حقیقت کیا ہے۔ شاید کوئی شخص

اَور لحاظ سے تو کام کا اہل ہوتا ہے مگر اُس کی صحت اور حالات تقاضا کرتے ہیں کہ اُسے روپیہ دیا جائے یا اُس زمانہ کے حالات کے لحاظ سے وہ دنیا کا امتحان لینا چاہتا ہے۔ بہرحال اس کا سلوک ہے یہی کہ کسی کو وہ بے انتہا دیتا چلا جاتا ہے اور کسی کو اپنی مصلحتوں کے ماتحت مشکلات میں مبتلا رکھتا ہے۔

حضرت خلیفہ اول ہمیشہ دعویٰ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے خدا تعالیٰ اپنے پاس سے رزق دیتا ہے۔ ہمارے نانا جان حضرت میر ناصر نواب صاحب کو سلسلہ کی خدمت کا شوق تھا اور وہ چندہ کے لیے باہر چلے جاتے تھے۔ اِسی چندہ سے انہوں نے دار الضعفاء بنوایا، مسجد نور بنوائی، اِسی طرح اَور تین چار کام کیے۔ وہ باہر سے چندہ لا لا کر یہ عمارتیں تعمیر کراتے تھے۔ اُن کے بڑھاپے کی عمر میں ایک دفعہ حضرت خلیفہ اول نے اُن کو مخاطب کر کے فرمایا میر صاحب! ہمیں خدا نے ایک نسخہ بتایا ہوا ہے کہ جس کے نتیجہ میں ہمیں خود بخود روپیہ مل جاتا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو بھی وہ نسخہ بتا دوں۔ اس کے بعد آپ کو باہر چندہ کے لیے جانے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ میر صاحب مرحوم نے جواب دیا کہ آپ جو بتائیں گے اُس کے نتیجہ میں مجھے جو کچھ ملا اُسے دیکھ کر میرے دِل میں یہی خیال پیدا ہوگا کہ آپ کے نسخہ کی وجہ سے یہ روپیہ ملا ہے مگر اب تو یہ مزا آتا ہے کہ خدا خود اپنے پاس سے روپیہ دے رہا ہے یہ مزا آپ کے نسخہ سے جاتا رہے گا۔

حضرت خلیفہ اول ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے ساری عمر میں صرف ایک شخص کے آگے اس نسخہ کو پیش کیا اور اس نے بھی لینے سے انکار کر دیا۔ حضرت خلیفہ اول نے بارہا میرے سامنے بھی یہ بات بیان کی اور ایسے رنگ میں بیان کی کہ گویا آپ چاہتے تھے کہ میں اس کے متعلق آپ سے سوال کروں۔ میں نے آپ سے کبھی نہیں پوچھا اور نہ میں نے کبھی ایسے علم کے پوچھنے کی ضرورت سمجھی۔ اور واقعہ یہ ہے کہ حضرت خلیفہ اول کے پاس جتنا روپیہ آتا تھا اُس سے بہت زیادہ روپیہ خدا تعالیٰ نے مجھے دیا ہے۔ اس کی وجہ اصل تو فضلِ الٰہی ہے اور ظاہری یہ کہ میں نے خدا تعالیٰ سے کبھی ٹھیکہ نہیں کیا۔ ہم جب قادیان سے آئے اُس وقت ہمارے خاندان کی تمام جائدادیں پیچھے رہ گئیں تھیں اور ہمارے پاس کوئی روپیہ نہیں تھا۔ بعض دوستوں کی امانتوں کا صرف نوسو روپیہ میرے پاس تھا۔ اِدھر ہمارے سارے خاندان کے دوسَو کے قریب افراد تھے اور ان میں سے کسی کے پاس روپیہ نہیں تھا۔ اس حالت میں بھی میں نے یہ نہیں کیا کہ لنگر سے کھانا منگوانا شروع کر دوں بلکہ میں نے سمجھا کہ وہ خدا جو پہلے دیتا

رہا ہے اب بھی دے گا۔ چنانچہ میں نے اپنے خاندان کے سب افراد سے کہا کہ تم فکرمت کرو، سب کا کھانا اکٹھا تیار ہوا کرے گا اور ایسا ہی ہوا۔ اپنے خاندان کے تمام افراد کے کھانے کا انتظام میں نے کیا اور برابر کئی ماہ تک اس بوجھ کو اٹھایا۔ آخر کسی نے چھ ماہ کے بعد اور کسی نے نو ماہ کے بعد اپنے اپنے کھانے کا الگ انتظام کیا۔ اس عرصہ میں وہ لوگ جن کا روپیہ میرے پاس امانتاً پڑا ہوا تھا وہ بھی اپنا روپیہ لے گئے اور ہمیں بھی خدا نے اِس طرح دیا کہ ہمیں کبھی محسوس نہیں ہوا کہ ہم کوئی اَور تدبیر ایسی اختیار کریں جس سے ہماری روٹی کا انتظام ہو۔ میں جب تک لاہور نہیں پہنچا ہمارے خاندان کے لیے لنگر سے کھانا آتا رہا تھا مگر جہاں تک مجھے علم ہے اس کی بھی لنگر کو قیمت ادا کر دی گئی تھی۔ اور اس کے بعد اپنے خاندان کے دوسَو افراد کا بوجھ اُٹھایا حالانکہ اُس وقت ماہوار خرچ کھانے کا کئی ہزار روپیہ تھا۔ غرض خدا دیتا چلا گیا اور میں خرچ کرتا چلا گیا۔ اگر میں خدا تعالیٰ سے ٹھیکہ کرنے بیٹھ جاتا اور اُس سے کہتا کہ پہلے میری تنخواہ مقرر کی جائے پھر میں کام کروں گا اور خدا تعالیٰ خواب یا الہام کے ذریعہ پوچھتا کہ بتا تجھے کتنا روپیہ چاہیے؟ تو اُس زمانہ کے لحاظ سے جب میری ایک بیوی اور دو بچے تھے میں زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتا تھا کہ سَو روپیہ بہت ہوگا۔ مجھے ایک سَو روپیہ ماہوار دے دیا جائے۔ لیکن اگر میں ایسا کرتا تو آج کیا کرتا جب کہ میری چار بیویاں اور بائیس بچے ہیں اور بہت سے رشتہ دار ایسے ہیں جو اس بات کے محتاج ہیں کہ میں اُن کی مدد کروں۔ میرے وہ رشتہ دار جن کا اب بھی میرے سر پر بوجھ ہے ساٹھ ستّر کے قریب ہیں۔ اگر سَو روپیہ میں اپنے لیے مانگتا تو ان کو ڈیڑھ روپیہ بھی نہیں آ سکتا تھا۔ پھر میں روٹی کہاں سے کھاتا، کپڑے کہاں سے بنواتا، اپنے بچوں کو تعلیم کس طرح دلاتا اور اپنے خاندان کے افراد کی پرورش کس طرح کرتا۔ بہرحال میں نے خدا تعالیٰ سے یہ کبھی سوال نہیں کیا کہ تُو مجھے کیا دے گا اور خدا تعالیٰ نے بھی میرے ساتھ کبھی سودا نہیں کیا۔ میں نے خدا تعالیٰ سے یہی کہا کہ مجھے ملے نہ ملے میں تیرا بندہ ہوں اور میرا کام یہی ہے کہ میں تیرے دین کی خدمت کروں۔ اور اس کے بعد خدا تعالیٰ نے بھی یہی کیا کہ یہ سوال نہیں کہ تیری لیاقت کیا ہے؟ یہ سوال نہیں کہ تیری قابلیت کیا ہے؟ ہم بادشاہ ہیں اور ہم اپنے بادشاہ ہونے کے لحاظ سے تجھے اپنی نعمتوں سے ہمیشہ متمتع کرتے رہیں گے۔

غرض خدا سے سچا تعلق رکھنے والا انسان ہمیشہ آرام میں رہتا ہے۔ لیکن فرض کرو وہ یہی فیصلہ کر دیتا ہے کہ ہم بھوکے مر جائیں تو کم از کم مجھے تو وہ موت نہایت شاندار معلوم ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کی

راہ میں بھوکے رہ کر حاصل ہو بجائے اس کے ہم پیٹ بھر کر خدا تعالیٰ کے راستہ سے الگ ہو جائیں۔ اگر ہم اس کی راہ میں بھوکے مر جائیں تو خدا تعالیٰ کے سامنے ہم کتنی شان سے پیش ہوں گے کتنے دعویٰ کے ساتھ پیش ہوں گے کہ ہم نے تیرے لیے بھوکے رہ کر اپنی جان دے دی۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ زندگی وقف کرنے والے نوجوانوں کے جدید حصہ میں اب وہ توکّل نہیں جو ایک سچے مومن کے اندر ہونا چاہیے۔ حالانکہ اگر سلسلہ ان کو ایک پیسہ بھی نہ دے اور وہ توکّل سے کام لیں تو یقیناً زمین ان کے لیے اُگلے گی اور آسمان ان کے لیے اپنی نعمتیں برسائے گا۔

میں نے کئی دفعہ سنایا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب زلزلہ کے الہامات کی وجہ سے باغ میں تشریف لے گئے تو ایک دن آپ نے گھر میں حضرت اماں جان سے باتیں کرتے ہوئے فرمایا کہ روپیہ بالکل نہیں رہا۔ ہمارا خیال ہے کہ بعض دوستوں سے قرض لے لیا جائے۔ مگر پھر آپ نے فرمایا کہ یہ بھی توکّل کے خلاف ہے۔ اس کے بعد آپ مسجد میں گئے اور نماز ہوئی۔ جب واپس آئے تو آپ نے ایک پوٹلی نکالی اور اس کو کھولا اور پھر اسے دیکھ کر فرمانے لگے (میں بھی اُس وقت پاس ہی کھڑا تھا) کہ جب میں نماز کے لیے باہر گیا تو ایک غریب آدمی جس کے کپڑے پھٹے پرانے تھے اُس نے یہ پوٹلی ہماری جیب میں ڈال دی۔ اور چونکہ یہ بوجھل تھی میں نے سمجھا کہ اس میں پیسے وغیرہ ہوں گے مگر جب گھر آ کر میں نے اُس پوٹلی کو کھولا تو اُس میں سے روپے اور نوٹ نکلے۔ پھر آپ نے اُن روپوں اور نوٹوں کو گِنا تو وہ چار پانچ سَو کے قریب نکلے۔ آپ نے فرمایا اگر ہم قرض لیتے تو یہ توکّل کے خلاف ہوتا۔ اِدھر ہمیں ضرورت پیش آئی اور اُدھر اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے ذریعہ سے روپیہ بہم پہنچا دیا جس کا ہمیں وہم اور خیال بھی نہیں تھا۔

میں نے خود اپنی ذات میں خصوصاً قادیان سے نکلنے کے بعد خدا تعالیٰ کے ایسے ہی نشانات دیکھے ہیں ایسے انسان جن کے متعلق میں سمجھتا تھا کہ وہ اس بات کے محتاج ہیں کہ میں اُن کی مدد کروں وہ اصرار کر کے مجھے ایسی رقوم دے گئے کہ میرے وہم میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ وہ اِتنا روپیہ دینے کی طاقت رکھتے ہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ پر توکّل ہی انسان کو حقیقی زندگی دیتا ہے اور توکّل ہی ہر قسم کی برکات کا انسان کو مستحق بناتا ہے۔ جب حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے مکہ بنوایا

تو اُس وقت اُس نے یہی کہا کہ یہاں توکّل سے رہنا اور خدا تعالیٰ سے روٹی مانگنا بندوں سے نہ مانگنا۔ اسی نیت اور ارادہ کے ساتھ ہمیں قادیان میں بھی رہنا چاہیے تھا مگر وہ احمدیت سے پہلے کی بنی ہوئی بستی تھی اور ابھی بہت سے لوگ اس سبق سے ناآشنا تھے لیکن یہ نئی بستی جہاں ایک طرف مدینہ سے مشابہت رکھتی ہے اس لحاظ سے کہ ہم قادیان سے ہجرت کرنے کے بعد یہاں آئے وہاں دوسری طرف یہ مکہ سے بھی مشابہت رکھتی ہے کیونکہ یہ نئے سرے سے بنائی جارہی ہے اور محض احمدیت کے ہاتھوں سے بنائی جارہی ہے جس طرح حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ نے مکہ معظّمہ بنوایا۔ وہاں بھی خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی نسل سے یہی کہا تھا کہ تم اپنی روٹی کا ذمہ دار مجھے سمجھنا کسی بندے کو نہ سمجھنا۔ پھر میں تم کو دوں گا اور اس طرح دوں گا کہ دنیا کے لیے حیرت کا موجب ہوگا۔ چنانچہ دیکھ لو ایسا ہی ہوا۔ مکہ والے بیشک محنت مزدوری بھی کرنے لگ گئے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں اگر وہ محنت و مزدوری چھوڑ دیتے تب بھی جس طرح بنی اسرائیل کے لیے خدا تعالیٰ نے ایک جنگل میں منّ و سلوٰی نازل کیا تھا اسی طرح مکہ والوں کے لیے منّ و سلوٰی اُترنے لگے کیونکہ وہاں رہنے والوں کا رزق خدا تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ اسی طرح ہم کو بھی اس جنگل میں جس جگہ کوئی آبادی نہیں تھی، جس جگہ رزق کا کوئی سامان نہیں تھا، جو مکہ کی طرح ایک وادیٔ غیر ذِی زَرع تھی اور جہاں مکہ کی طرح کھاری پانی ملتا ہے اور جو اس لحاظ سے بھی مکہ سے ایک مشابہت رکھتا ہے کہ مکہ کی طرح یہاں کوئی سبزہ وغیرہ نہیں اور پھر مکہ کے گرد جس طرح پہاڑیاں ہیں اسی طرح اس مقام کے اردگرد پہاڑیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے موقع دیا ہے کہ ہم ایک نئی بستی اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کے لیے بسائیں۔ پس اس موقع پر ہمیں بھی اور یہاں کے رہنے والے سب افراد کو بھی یہ عزم کرنا چاہیے کہ انہوں نے خدا سے مانگنا ہے کسی بندے سے نہیں مانگنا۔ تم اپنے دل میں ہنسو، تمسخر کرو، کچھ سمجھو حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں سب سے معزز روزی وہی ہے جو خدا تعالیٰ سے مانگی جائے۔ وہ کوئی روزی نہیں جو انسان کو انسان سے مانگ کر ملتی ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے (مگر یہ اعلیٰ مقام کی بات ہے اور اعلیٰ درجہ کی روحانیت کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور شاید تم میں سے بہتوں کی سمجھ میں بھی نہ آئے) کہ وہ روزی بھی اتنی اچھی نہیں جو خدا تعالیٰ سے مانگ کر ملتی ہے۔ بلکہ اعلیٰ روزی وہ ہے جو خدا تعالیٰ خود دیتا ہے اور بے مانگے کے دیتا ہے۔

مجھے اپنی زندگی میں ہمیشہ ہنسی آتی ہے اپنی ایک بات پر (مگر یہ ابتدائی مقام کی بات تھی اور اعلیٰ مقام ہمیشہ ابتدائی منازل کو طے کرنے کے بعد ملتا ہے۔ اور ابتدائی مقام یہی ہوتا ہے کہ انسان سمجھتا ہے میں نے خدا سے مانگنا ہے) کہ میں نے بھی خدا سے کچھ مانگا اور اپنے خیال میں انتہائی درجہ کا مانگا مگر مجھے ہمیشہ ہنسی آتی ہے اپنی بیوقوفی پر اور ہمیشہ لطف آتا ہے خدا تعالیٰ کے انتقام پر کہ جو کچھ ساری عمر کے لیے میں نے مانگا تھا وہ بعض دفعہ اس نے مجھے ایک ایک ہفتہ میں دے دیا۔ میں تو اس پر شرمندہ ہوں کہ میں نے کیا حماقت کی اور اُس سے کیا مانگا اور وہ آسمان پر ہنستا ہے کہ اس کو ہم نے کیسا بدلہ دیا اور کیسا نادم اور شرمندہ کیا۔ پھر میں نے سمجھا کہ مانگنا بھی فضول ہے۔ کیوں نہ ہم اللہ تعالیٰ سے ایسا تعلق پیدا کریں کہ وہ ہمیں بے مانگے ہی دیتا چلا جائے۔ ایک شخص جو کسی بڑے آدمی کے گھر مہمان جاتا ہے وہ اگر اس سے جا کر کہے کہ صاحب! میں آپ کے گھر سے کھانا کھاؤں گا تو اس میں میزبان اپنی کتنی ہتک محسوس کرتا ہے۔ جب وہ اس کے ہاں مہمان آیا ہے تو صاف بات یہ ہے کہ وہ اس کے ہاں سے کھانا کھائے گا۔ اُس کا یہ کہنا کہ میں آپ کے ہاں سے کھانا کھاؤں گا یہ مفہوم رکھتا ہے کہ وہ میزبان کے متعلق اپنے دل میں یہ بدظنی محسوس کرتا ہے کہ شاید وہ کھانا نہ کھِلائے۔ اِسی طرح اللہ تعالیٰ کا جو مہمان ہو جاتا ہے اسے اللہ تعالیٰ خود کھِلاتا اور پلاتا ہے۔ اگر وہ اس سے مانگے تو اس میں اس کی اعلیٰ و ارفع شان کی ہتک ہوتی ہے۔ مگر خدا کا سلوک ہر بندے سے مختلف ہوتا ہے۔ وہ جو خدا کے لیے اپنی زندگی وقف نہیں کرتے اُن کو بھی وہ روزی بہم پہنچاتا ہے اور جو اُس کے لیے اپنی ساری زندگی کو وقف کیے ہوئے ہوتے ہیں اُن کو بھی وہ روزی بہم پہنچاتا ہے۔ فرماتا ہے۔ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ[1] ہم اس کے لیے بھی روزی کا انتظام کرتے ہیں جو ایمان سے خارج اور دہریہ ہوتا ہے اور اس کے لیے بھی روزی کا انتظام کرتے ہیں جو ہم پر کامل ایمان رکھنے والا ہوتا ہے۔ یہ دو گروہ ہیں جو الگ الگ ہیں۔ ایک وہ ہے جو ہمیں گالیاں دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں خود کمائی کروں گا اور اپنی کوشش سے رزق حاصل کروں گا اور ایک گروہ وہ ہے جو کہتا ہے کہ کمائی لغو چیز ہے بلکہ میں نے تو خدا تعالیٰ سے بھی نہیں مانگنا۔ اس کی مرضی ہے چاہے دے یا نہ دے۔ فرماتا ہے ہم اِس گروہ کو بھی دیتے ہیں اور اُس گروہ کو بھی دیتے ہیں۔ ایک هٰٓؤُلَآءِ اُن لوگوں کی طرف جاتا ہے جو بدترین خلائق ہوتے ہیں اور جو مادیات کے اتنے دلدادہ اور عاشق ہوتے ہیں کہ سمجھتے ہیں سب نتائج کی بنیاد مادیات پر ہی ہے۔ اور

ایک ھٰٓؤُلَآءِ اُن لوگوں کی طرف جاتا ہے جو مادیات سے بالکل بالا ہو کر اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ سمجھتے ہیں ہم نے خدا سے بھی نہیں مانگنا۔ اور ایک درمیانی گروہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے اپنے درجہ کے مطابق ظاہر میں کچھ مادی کوششیں بھی کر لیتے ہیں اور پھر ساتھ اس کے اللہ تعالیٰ پر توکّل بھی رکھتے ہیں۔ کبھی مانگتے ہیں اور کبھی نہیں مانگتے یا اپنی زندگی میں سے کچھ عرصہ کوشش اور جدوجہد کرتے ہیں اور کچھ عرصہ کوشش اور جدوجہد کو ترک کر دیتے ہیں۔ ظاہری تدبیر حضرت خلیفہ اول نے بھی کی۔ آپ طب کرتے تھے اور روپیہ کماتے تھے۔ اور ظاہری تدبیر ہم نے بھی کی۔ ہم بھی زمیندارہ کرتے ہیں اور بعض دفعہ تجارت بھی کر لیتے ہیں مگر اس نیت سے کرتے ہیں کہ اس کا نتیجہ خدا تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے۔ اگر وہ کہے کہ میں نے تمہیں کچھ نہیں دینا تو ہمیں اُس سے کوئی شکوہ نہیں ہوگا۔ ہمیں اس کے فیصلہ پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ ہم پھر بھی یہی سمجھیں گے کہ وہ ہماری اُتنی ہی حمد کا مستحق ہے جتنی حمد کا اب مستحق ہے بلکہ وہ ہماری اُتنی حمد کا مستحق ہے جتنی حمد ہم کر بھی نہیں سکتے۔ پس اس مقام کے رہنے والوں کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ توکّل سے کام لیں اور ہمیشہ اپنی نگاہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلند رکھیں۔

جو دیانتدار احمدی ہیں میں اُن سے کہوں گا کہ اگر وہ کسی وقت یہ دیکھیں کہ وہ توکّل کے مقام پر قائم نہیں رہے تو وہ خود بخود یہاں سے چلے جائیں۔ اور اگر خود نہ جائیں تو جب اُن سے کہا جائے کہ چلے جاؤ تو کم سے کم اُس وقت ان کا فرض ہوگا کہ وہ یہاں سے فوراً چلے جائیں۔ یہ جگہ خدا تعالیٰ کے ذکر کے بلند کرنے کے لیے مخصوص ہونی چاہیے، یہ جگہ خدا تعالیٰ کے نام کے پھیلانے کے لیے مخصوص ہونی چاہیے، یہ جگہ خدا تعالیٰ کے دین کی تعلیم اور اس کا مرکز بننے کے لیے مخصوص ہونی چاہیے۔ ہم میں سے ہر شخص کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ اپنی اولاد اور اپنے اعزہ اور اقارب کو اس رستہ پر چلانے کی کوشش کرے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ اس کوشش میں کامیاب ہو سکے۔ نوحؑ کی کوشش کے باوجود اُس کا بیٹا اُس کے خلاف رہا۔ لوطؑ کی کوشش کے باوجود اُس کی بیوی اس کے خلاف رہی۔ اِسی طرح اَور کئی انبیاء اور اولیاء ایسے ہیں جن کی اولادیں اور بھائی اور رشتہ دار اُن کے خلاف رہے۔ ہم میں سے کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اپنے خاندان میں سے کتنوں کو دین کی طرف لا سکے گا مگر اس کی کوشش یہی ہونی چاہیے کہ اس کی ساری اولاد اور اس کی ساری نسل دین کے پیچھے چلے۔ اور اگر اس کی کوشش کے باوجود اس کا کوئی عزیز اس رستہ سے دور چلا جاتا ہے تو سمجھ لے کہ وہ میری اولاد میں سے نہیں۔ میری اولاد وہی ہے

جو اس منشا کو پورا کرنے والی ہے جو الٰہی منشا ہے۔ جو شخص دین کی خدمت کے لیے تیار نہیں وہ ہماری اولاد میں سے نہیں۔ ہم اپنی اولاد کو مجبور نہیں کر سکتے کہ وہ ضرور دین کے پیچھے چلیں۔ ہم ان کے دل میں ایمان پیدا نہیں کر سکتے۔ خدا ہی ہے جو ان کے دلوں میں ایمان پیدا کر سکتا ہے۔ لیکن ہم یہ ضرور کر سکتے ہیں کہ جو اولاد اس منشا کو پورا کرنے والی نہ ہو اسے ہم اپنے دل سے نکال دیں۔

بہرحال اگر خدا تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں اعلیٰ مقام دے تو ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ صرف ہم ہی نہیں بلکہ ہماری آئندہ نسلیں بھی اس مقام کو دین کا مرکز بنائے رکھیں اور ہمیشہ دین کی خدمت اور اس کے کلمہ کے اعلاء کے لیے وہ اپنی زندگیاں وقف کرتے چلے جائیں۔ لیکن اگر ہماری کسی غلطی اور گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ یہ مقام ہمیں نصیب نہ کرے اور ہماری ساری اولادیں یا ہماری اولادوں کا کچھ حصہ دین کی خدمت کرنے کے لیے تیار نہ ہو، اللہ تعالیٰ پر توکّل اس کے اندر نہ پایا جاتا ہو، خدا تعالیٰ کی طرف اِنابت کا مادہ اس کے اندر موجود نہ ہو تو پھر ہمیں اپنے آپ کو اس امر کے لیے تیار رکھنا چاہیے کہ جس طرح ایک مُردہ جسم کو کاٹ کر الگ پھینک دیا جاتا ہے اُسی طرح ہم اس کو بھی کاٹ کر الگ کر دیں اور اس جگہ کو دین کی خدمت کرنے والوں کے لیے ان سے خالی کروالیں۔ بہرحال میں جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنے اندر یہ عزم پیدا کرے۔ یہ عزم پیدا کرنا کوئی معمولی چیز نہیں۔ بڑے کام بڑے ارادوں کے ساتھ ہوا کرتے ہیں۔ بڑے کام بڑے عزم سے ہوا کرتے ہیں اور بڑے کام بڑی قربانیوں سے ہوا کرتے ہیں۔ انسان ہزاروں دفعہ موت سے ڈر کر پیچھے ہٹتا ہے حالانکہ وہی وقت اُس کی دائمی زندگی کا ہوتا ہے۔ جہنم میں جانے والوں میں سے کروڑوں کروڑ انسان ایسے ہوں گے کہ جب ان کے اعمال ان کے سامنے کھولے جائیں گے تو انہیں پتا لگے گا کہ صرف ایک سیکنڈ کی غلطی کی وجہ سے وہ جہنم میں گر گئے۔ اگر ایک سیکنڈ وہ اَور صبر کرتے تو خدا تعالیٰ کا فیصلہ ان کے حق میں صادر ہو جاتا مگر وہ ایک سیکنڈ پہلے خدا تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو گئے۔ وہ ایک سیکنڈ پہلے بے صبری کا شکار ہو گئے اور صرف ایک سیکنڈ کی غلطی کی وجہ سے دوزخ میں جا گرے۔ کروڑوں کروڑ انسان ایسے مقام پر پہنچ کر دوزخ میں چلا جاتا ہے جب خدا کی طرف سے ان کے ولی بننے کا فیصلہ ہو رہا ہوتا ہے۔ کروڑوں کروڑ انسان اُس وقت بددیانت ہو جاتا ہے جب خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کی دیانت کے قائم رکھنے کے لیے ہر قسم کے مادی سامان بہم پہنچائے جانے کا فیصلہ ہو رہا ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ ہمارا

امتحان لیتا ہےاوراس میں بعض دفعہ ہم اُس وقت فیل ہوجاتے ہیں جب امتحان کے پرچوں کا ہمارے حق میں فیصلہ ہونے والا ہوتا ہے۔ پیشتر اس کے کہ ہم اپنا پرچہ ختم کرتے اور وہ ہمیں پاس کرتا ہم مایوس ہو کر امتحان کے کمرہ سے باہر نکل جاتے ہیں اور اپنی کامیابی کو ناکامی میں بدل لیتے ہیں۔ پس مت سمجھو کہ عزم کوئی معمولی چیز ہے۔ تم میں سے جو اس ارادہ کو اپنے اندر پیدا کرتا ہے میں اسے کہتا ہوں... یہ نسخہ بھی آزما......☆

اور وہ شخص جو طاقت تو رکھتا ہے مگر پھر بھاگنے کا خیال اس کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے میں اسے کہتا ہوں ٹھہر اور صبر کر۔ تیرے لیے خدا تعالیٰ کی رحمت کا دروازہ کھلنے والا ہے۔ بسا اوقات خدا خود چل کر آ رہا ہوتا ہے اور دروازہ کی کنڈی کھول رہا ہوتا ہے کہ تُو منہ پھیر کر چلا جاتا ہے اور اس طرح خدا تعالیٰ کی رحمت سے ہمیشہ کے لیے دور چلا جاتا ہے اور ساری.... ☆☆ ہزاروں نہیں لاکھوں دلائل سے ہم ثابت کر سکتے ہیں۔ آدمؑ سے لے کر اب تک ایک ایک بات ہو چکی ہے لیکن اس مادی دنیا کے اثر کے نیچے ہزاروں ہزار بلکہ اربوں ارب ایسے لوگ ہیں جو اس رستہ پر چلنے سے گھبراتے ہیں۔ کاش! وہ اپنے گردو پیش کو نہ دیکھیں بلکہ پیچھے کی طرف دیکھیں۔ وہ اُس دنیا کی طرف دیکھیں جو پیچھے گزر چکی ہے اِس دنیا کی طرف نہ دیکھیں جس کی اصلاح اور درستی کے لیے وہ کھڑے کیے گئے ہیں۔ کیا ہی بدقسمت وہ انسان ہے کہ جس کی اصلاح کے لیے اسے بھیجا جائے اُسی کے مرض میں وہ خود بھی گرفتار ہو جائے۔ کتنا بدقسمت وہ سپاہی ہے جو چور کو پکڑنے کے لیے بھیجا جائے اور خود اس کے ساتھ مل کر چوری کرنے لگ جائے۔ جو شخص اِس وقت مادیات میں مبتلا ہوتا ہے وہ اس مادی اثر کے نتیجہ میں ہوتا ہے جو اِس وقت دنیا میں پایا جاتا ہے۔ لیکن اس مادی اثر کو مٹانے کے لیے ہی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا گیا تھا۔ پھر ہم سے زیادہ بدنصیب اَور کون ہوگا کہ خدا نے تو ہمیں اس لیے بھیجا کہ ہم دین کے چوروں اور باغیوں کو پکڑ کر اُس کے سامنے لائیں اور ہم ان ......☆☆☆ اور ترقی کو دیکھ کر خود بھی انہیں چوروں اور باغیوں میں شامل ہو جائیں۔

پس اپنے اندر عزم پیدا کرو اور سوچو کہ تمہیں بھیجا کیوں گیا ہے؟ ہمیں انہی چیزوں کو دیکھنے

☆ اصل مسودہ میں یہاں الفاظ پڑھے نہیں جاتے۔

☆☆ اصل مسودہ میں یہ لفظ واضح نہیں ہے۔

☆☆☆ اصل مسودہ میں یہ الفاظ واضح نہیں ہیں۔

کے لیے بھیجا گیا ہے جن کو دیکھ کر تمہارے دلوں میں لالچ پیدا ہوتی ہے۔ ہمیں انہی چیزوں کو مٹانے کے بھیجا گیا ہے جن کو دیکھ کر تمہارے دلوں میں ان کے پیچھے چلنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ **تم سمجھو یا نہ سمجھو یہ خدا کا کام ہے اور بہرحال ہو کر رہے گا۔ اگر تم یہ کام نہیں کرو گے تو خدا اَور لوگ کھڑے کر دے گا جو اس کام کو سرانجام دیں گے۔ یہ نظام بدلا جائے گا اور ضرور بدلا جائے گا۔ امریکہ اور روس اور انگلستان کے مادی لیڈر اور اسی طرح کے اَور صنادید جو اِس وقت ساری دنیا پر چھائے ہوئے ہیں جو دنیا کے مستقبل پر مادی اسباب سے قبضہ جمانے کی فکر میں ہیں یہ مٹائے جائیں گے، یہ تباہ کیے جائیں گے، یہ برباد کیے جائیں گے۔ اور پھر دنیا اُس پرانے طریق پر لائی جائے گی جو آج سے تیرہ سَو سال پہلے جاری تھا۔ بلکہ خود ان لوگوں کی اولاد اسی طریق کو اختیار کرے گی اور اپنے آباء کے راستہ کو چھوڑ دے گی۔ کوئی تدبیر اس تقدیر کو بدل نہیں سکتی۔ یہ ناممکن نظر آنے والی چیزوں میں سب سے زیادہ ممکن چیز ہے۔** ایک رستم زماں کے لیے ایک چھوٹے سے کنکر کا اُٹھا لینا ناممکن ہو سکتا ہے لیکن دنیا کے موجودہ نقشہ کا تبدیل نہ ہونا ناممکن ہے۔ یہ نظام بدلے گا اور ضرور بدلے گا۔ سوال صرف یہ ہے کہ کس کے ہاتھ سے بدلے گا؟ ہمارے ہاتھ سے یا اَور لوگوں کے ہاتھ سے؟ اگر ہمارے ہاتھ سے اس نظام نے بدلنا ہے تو ہمیں پہلے اپنے آپ کو بدلنا پڑے گا۔ جس چیز کو بدلنے کے لیے ہم کھڑے کیے گئے ہیں اُسے ہم اپنے لیے کس طرح اختیار کر سکتے ہیں۔ ایک درخت کے متعلق اگر ہم جانتے ہیں کہ اس پر بجلی گرنے والی ہے تو کیا یہ بدقسمتی نہیں ہوگی کہ ہم اس کے نیچے کھڑے ہو جائیں؟ ایک مکان کو اگر آگ لگنے والی ہے تو کیا یہ بدقسمتی نہیں ہوگی کہ ہم اس مکان میں رہنے لگ جائیں؟ ایک پہاڑ پر اگر زلزلہ آنے والا ہے تو کیا یہ بدقسمتی نہیں ہوگی کہ ہم اس پہاڑ پر چلے جائیں؟ اسی طرح وہ چیز جس کے لیے خدا تعالیٰ کی طرف سے تباہی مقدر ہے، جس کے لیے خدا تعالیٰ کی طرف سے بربادی مقدر ہے اُس کی نقل کرنا اور اس کی پیروی اختیار کرنا یہ ضرور ہماری بدقسمتی ہوگی، یہ ہماری انتہا درجہ کی حماقت ہوگی اور ہماری یہ کوشش اپنی خودکشی کے برابر ہوگی۔

پس ایمان کے ارادہ کے ساتھ یہاں رہو اور توکّل کی گرہ باندھ کر رہو اور ایک زندہ خدا پر یقین رکھتے ہوئے یہاں رہو۔ اگر خدا پر تمہارا یقین ہوگا، اگر خدا پر تمہارا ایمان ہوگا تو تم دیکھو گے کہ زمین تمہارے لیے بدل جائے گی، آسمان تمہارے لیے بدل جائے گا۔ ہمارا خدا وہی ہے

جو آدم علیہ السلام کے وقت میں تھا۔ مگر خدا بوڑھا نہیں ہوتا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس نے زمین و آسمان کو بدل دیا تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے لیے اس نے زمین و آسمان کو بدل دیا تھا۔ اسی طرح اَور لاکھوں لوگ ہیں جن کے لیے خدا تعالیٰ نے زمین و آسمان کو بدلا۔ یہی زمین و آسمان بدلنے تمہارے لیے بھی مقدر ہیں بشرطیکہ تم ان لوگوں کے نقشِ قدم پر چلو جن کے لیے خدا تعالیٰ نے پہلے زمین و آسمان کو بدلا تھا"۔

(الفضل 6/ اکتوبر 1949ء)

1: بنی اسرائیل: 21